تذکرۂ خانوادۂ ولی اللّٰہی از یادگارِ دلّی

محمد عبدالحلیم چشتی، ایم اے

سید احمد ولی اللّٰہی خانوادۂ ولی اللّٰہی کے وہ فرد فرید ہیں، جن کی مساعی جمیلہ سے دہلی میں مطبع احمدی قائم ہوا، جس سے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ کے عربی اور فارسی کے مختصر و نادر رسالے اور ان کے اردو ترجمے شائع ہوئے۔

سید احمدؒ نے مدرسہ عزیزیہ کو جو ۱۸۵۶ء سے ویران ہو گیا تھا پھر سے آباد کیا تھا۔ موصوف ہی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے نیک نام فرزندوں کے مزارات کا احاطہ جو غدر کے بعد مسمار ہو چکا تھا دوبارہ کھچوایا تھا۔ بلاشبہ ان کی یہ خدمات تاریخ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور مستقل مقالہ کی محتاج ہیں، ہم انشاء اللہ کسی اگلی فرصت میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

سید احمد ولی اللّٰہی نے دلّی کی مختصر و جامع تاریخ بھی اردو زبان میں لکھی ہے، جو دہلی سے یادگارِ دلی کے نام سے شائع ہوئی تھی اب نہیں ملتی ہے۔ اس کتاب میں مشاہیر اہل دلّی کے مزارات کے سلسلہ میں دلی کی جن نامور شخصیتوں کا تذکرہ

کیا ہے، ان میں خانوادۂ ولی اللہی کا تذکرہ بھی آگیا ہے اور شاہ عبدالرحیم سے شاہ عبدالغنی تک سب ہی بزرگوں کا ذکر اس میں کیا گیا ہے۔ ان کا تذکرہ اگرچہ مختصر ہے تاہم خانوادہ دلی کے ایک اہل علم کی باقیات صالحات سے ہونے کی بناء پر بڑی اہمیت کا حامل ہے، اسی وجہ سے اس کو مذکورۂ بالا کتاب سے نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے، جو الرسیم کے قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ام پر ذیلی سرخیاں ہم نے قائم کی ہیں۔

مہندیان یہ ایک عمارت ہے جو کسی زمانہ میں عجیب وغریب ہوگی، بیچ میں مکانات جیسے در بنے تھے اور چار کونوں پر چار برجیاں تھیں ایک برجی بیچ میں قائم تھی۔

مہندیان کی وجہ تسمیہ کہتے ہیں کہ ایک نواب صاحب کو حضرت غوث الاعظمؒ کی جناب میں نہایت عقیدت تھی اور ہندوستان میں رسم ہے کہ ہر برس حضرت غوث الاعظمؒ کی مہندیاں بھرا کرتی ہیں یعنی کھپچیوں کی ایک برجی اونچی سی بناکر کاغذ سے منڈھ کر اس کو روشن کرتے ہیں۔ ان نواب صاحب کے یہاں بھی مہندی کی روشنی ہوا کرتی تھی، جب وہ نواب ہوئے تو انہوں نے یہ عمارت مہندی کی صورت کی بنادی اور ہر برس اس میں روشنی کرنے لگے اور یہ مقام مہندیان مشہور ہوا اب بالکل کھنڈر پڑا ہے۔ دیکھنے سے ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا کہ کیا عمارت تھی اور کس وضع پر بنی تھی۔

اس جگہ پر میدان میں دو آستانے نہایت متبرک ہیں،

اول مولانا شیخ عبدالعزیز شکربار علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔

دوسرا مکرم محترم آستانہ جس کے انوار تمام ہندوستان کو محیط ہو رہے ہیں، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی درگاہ ہے، پختہ احاطہ بنا ہے، احاطہ کے اندر مسجد ہے، مسجد کے جنوب میں چبوترہ پر چوبی کٹہرہ لگا ہے۔ کٹہرے کے اندر ان حضرات کے مزار ہیں:

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ والد ماجد حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحب علیہ الرحمہ۔

ان کے علاوہ دیگر اہل وعیال کی قبریں ہیں صفحہ ۱۰۰ پر نقشہ سے پوری کیفیت معلوم ہوگی۔

شاہ ولی اللہ کے جدِ اعلیٰ شمس الدین کی حجاز سے آمد اور رہتک میں قیام، شیخ وجیہ الدین کی دِلّی میں سکونت

یہ سب حضرات فاروقی نسب ہیں، حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں سب سے پہلے حضرت مفتی شمس الدین صاحب فاروقی عرب سے تشریف لائے اور رہتک میں مقیم ہوئے۔ جس وقت شاہجہان بادشاہ کا زمانہ ہوا تو مفتی صاحب کی اولاد میں مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ موجود تھے۔ آپ دلّی میں تشریف لائے اور اسی جگہ اقامت کی جس جگہ اب ان حضرات کے مزارات ہیں۔ اس وقت یہ مقام چھتہ خوش نہ ور کے نام سے مشہور تھا اور پرانی دلّی کی آبادی اسی جگہ تھی۔ چنانچہ جابجا مکانوں اور مسجدوں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔

مدرسہ رحیمیہ کا قیام

مولانا وجیہ الدین علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ رحیمیہ قائم کیا۔ تمام دن قرآن وحدیث کا درس دیتے رات کو طالبانِ خدا کی توجہ دہی اور سلوک طے کرانے میں مشغول رہتے، ظاہری و باطنی دونوں علموں کی تعلیم دیتے۔ دُور دُور کے لوگ حلقۂ درس میں آتے عرب وعجم کے

طلبہ فیض اٹھاتے۔

نسبت کا اثر

نسبت اس قدر قوی تھی کہ ہزاروں آدمیوں پر یکساں اثر پڑتا۔

اخلاص کی کیفیت

اخلاص اور قرب کی یہ کیفیت تھی کہ سرور کائنات علیہ التحیات کی مجلس میں شامل ہوتے۔ جلوت وخلوت میں رہتے۔

ولادت

آپ سنہ ۱۰۵۳ھ ہجری شاہجہان بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے۔

علوم وفنون کی تحصیل

شرح عقائد نسفی، خیالی وغیرہ اپنے بڑے بھائی مولانا شیخ ابوالرضا محمد سے پڑھی۔ باقی معقول، منقول کی تمام کتابیں مولانا میرزاہد ہروی ابن قاضی اسلم سے پڑھیں۔

تصوف کی تحصیل وتکمیل

علم تصوف مولانا خواجہ خورد ابن حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ سے حاصل کیا علم سے فارغ ہوئے تو اللہ اللہ کا شوق ہوا، بہت سے مشائخ سے فیض صحبت حاصل کیا۔

تین بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا،

اول حضرت خواجہ خورد علیہ الرحمہ سے جو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے فرزند اور خلیفہ تھے،

دوسرے حضرت قاری حافظ سید عبداللہ صاحب علیہ الرحمہ سے جو شیخ آدم بنوری کی صحبت میں رہے تھے،

تیسرے حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی علیہ الرحمہ سے جو ملا ولی محمد صاحب خلیفہ حضرت امیر ابوالعلی صاحب اکبرآبادی کی صحبت میں رہے۔

وفات ومدفن

بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں ۱۲ صفر روز چہارشنبہ سنہ ۱۱۳۱ھ ستر برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور اسی جگہ اپنے ذکر وشغل کے حجرے میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ خلیفہ اور جانشین ہوئے والد بزرگوار کے قدم بقدم رہے ۔

ولادت و تعلیم و تربیت

۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، درسی کتابیں اپنے والد مرحوم سے سبقاً سبقاً پڑھیں، پھر قرآن شریف کا ترجمہ اخذ کیا۔ ۱۶ برس کی عمر تھی کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے انتقال کیا، آپ سجادہ نشین ہوئے اور طالبانِ ہدایت کو سیدھے رستہ لگانا شروع کیا۔ تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ جوق جوق لوگ آنے شروع ہوئے۔ سینکڑوں طالب علم مستفیض ہونے لگے۔ عجیب عجیب کتابیں تصنیف کیں۔ طبیعت میں اجتہادی قوت ازل سے ودیعت رکھی گئی تھی۔ نئے نئے نکات نکالے، زمانہ میں شہرت حاصل کی۔ مسلم الثبوت استاذ مانے گئے۔ مانے ہوئے بزرگ مشہور ہوئے ۔ حتیٰ کہ موافق و مخالف سب آپ کے اقوال سے سند پکڑنے لگے۔

مشائخ حرمین سے روایت حدیث کی اجازت

۱۱۴۳ہجری میں خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لے گئے، بڑے بڑے نامی علماء و مشائخ سے صحبتیں رہیں۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہ اور دیگر مشہور مشائخ عرب سے صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں کی سندیں اور روایت کی اجازت حاصل کی۔

بہت سے بزرگوں سے خرقۂ خلافت پہنا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ میں دلی واپس تشریف لائے اور اپنے قدیمی مکان میں اقامت کی۔ مدرسہ رحیمیہ کو رونق دی۔ حدیث و تفسیر کا درس دینا شروع کیا گویا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بعد اس زمانہ میں آپ نے حدیث شریف کو فروغ بخشا، اطراف ہندوستان میں آپ کی حدیث دانی کی شہرت ہوئی، طالب علموں کے پرے کے پرے آنے شروع ہوئے پرانی دلی دارالحدیث بن گئی۔

روشن اختر محمد شاہ بادشاہ کا زمانہ تھا اس نے چاہا کہ مولانا کے دم سے شاہجہان آباد

کو عزت ہو تو کیا کہنا ہے۔ لہذا مولانا کو یہاں بلایا اور ایک عالیشان مکان رہنے کے لئے عنایت فرمایا جس کا تفصیلی ذکر مدرسہ کے متعلق گزر چکا ہے۔ آپ مع اہل و عیال شہر میں آ رہے اور قدیم جگہ غیر آباد پڑی رہی۔

وفات | ۱۱۷۶ھ ہجری میں تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ اپنے والد ماجد کے قریب مدفون ہوئے۔ اس مصرعہ سے سالِ وفات معلوم ہوتا ہے ؎ ع

او بود امام اعظم دین

آپ کے بعد آپ کے چار فرزند باقی رہے۔ سب میں بڑے "مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ" تھے۔ علم، عمل، فہم، فراست، حافظہ، تحریر، تقریر، تقوٰی، طہارت، امانت، دیانت میں یکتا شمار کئے جاتے تھے۔

ولادت | ۱۱۵۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے، تمام کتابیں اپنے والد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ اور مولانا خواجہ امین اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور حدیث کی سند اور روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم سے حاصل کی۔ بہت سے رسائل تصنیف کئے، تفسیر عزیزی لکھنی شروع کی مگر افسوس ناتمام رہی دن کو پڑھاتے، رات کو توجہ دہی میں مصروف رہتے، ظاہری باطنی دونوں فیض جاری تھے اور اب بھی برابر وہی بات چلی آتی ہے۔

خلفاء اور تلامذہ | مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید علیہ الرحمہ، مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری علیہ الرحمہ جیسے مقتدا آپ کے خلیفہ تھے۔ مولانا سید محبوب علی صاحب دہلوی، مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی، مولانا حسن علی صاحب لکھنوٴ وغیرہ جیسے مستند علماء آپ کے شاگرد تھے۔

وفات | ۷ شوال روز یکشنبہ ۱۲۳۹ھ ہجری میں صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد مرحوم کے پاس مدفون ہوئے۔ مؤمن خان دہلوی نے آپ کی تاریخ لکھی ہے ؎

انتخابِ نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز — بیعدیل و بیتظیر و بیمثال و بیمثل
جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے — آگیا تھا کیا کہیں مُردوں کے ایمان میں خلل
بے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسوں پر اے اجل
جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا — لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل
کیا کس دنا کس پہ تھا صدمہ کیا جس وقت دفن — ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل
مجلسِ درد آفرینِ تعزیۃ میں میں بھی تھا — جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے — فخر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے بیٹے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے چھوٹے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ یکتائے زمانہ تھے، ہر علم میں یگانہ تھے۔

تکمیلِ علوم حدیث، تفسیر کی سند اپنے والدِ بزرگوار اور ان کے خلیفہ اعظم شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی، فنونِ ادبیہ میں مرجع خلائق تھے، علوم عقلیہ میں مجتہدانہ طبیعت رکھتے تھے۔

درس و تدریس جس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز ضعیف ہو گئے تو تدریس کا سلسلہ آپ ہی سے قائم رہا رات دن پڑھاتے، بڑے بڑے جیّد علماء استفادہ کی غرض سے آتے اور بامراد جاتے۔

تصنیفات اکثر رسائل آپ کی تصنیف سے موجود ہیں، کچھ طبع ہو گئے ہیں، کچھ قلمی رکھی ہوئی ہیں۔ ترجمۂ اردو قرآن شریف آپ کا یادگار ہے۔

آخر عمر تک درس تدریس کے شیدائی رہے۔

وفات ۱۲۳۳ھ میں ستر برس کی عمر میں وفات پائی اور اپنے والد کے پائینتی مدفون ہوئے۔

تیسرے بیٹے "مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ" عالم، فاضل، متوکّل، مستغنی المزاج تھے۔ دنیا سے نفرت کرتے۔ مجامع محافل سے کنارہ کرتے۔ تحصیل علوم سے فراغت

پاکر اکبری مسجد کے ایک حجرہ میں تمام عمر بسر کردی۔ رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتے اہل دنیا کی طرف مطلق التفات نہ کرتے، اس لئے تصنیف و تالیف وغیرہ کی طرف بھی چنداں توجہ نہ ہوئی۔

ترجمہ و تفسیر ترجمہ قرآن شریف اور موضح القرآن[1]۔ یہ دو نایاب چیزیں آپ کی یادگار ہیں، جن پر سے بلا مبالغہ ہزار کتابیں نثار ہیں۔

ظاہر میں سیدھا سادھا تحت اللفظ ترجمہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں جواہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں، بڑی بڑی صنعتیں قائم کی ہیں اس کا لطف وہی علماء جانتے ہیں جن کو علم تفسیر اور عربی اردو محاورات میں مہارت ہے۔ عام لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں۔

آپ کو شاہ عبدالعدل صاحب علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور ان کو خواجہ محمد ناصر اور خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہما سے اور خواجہ ناصر علیہ الرحمہ کو شاہ سعد اللہ صاحب المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ سے۔

نیز شاہ عبدالقادر صاحب کو خواجہ میر درد علیہ الرحمہ سے فیضِ صحبت حاصل تھا۔ بہت سے لوگ آپ سے مرید تھے، متعدد خلیفہ ہوئے۔

ولادت و وفات آپ ۱۱۶۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۰ھ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے جدّ امجد شاہ عبدالرحیم صاحب کے پائین مدفون ہوئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے صاحبزادہ ' مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ اتباع شریعت میں بے نظیر تھے باوجود اہل وعیال کے اہل دنیا سے نفرت تھی۔ وضع، لباس، خُلق تمام باتیں اپنے والدِ بزرگوار سے ملتی جلتی تھیں۔

تحصیل و تکمیلِ عُلوم حدیث تفسیر کی تحصیل اپنے دونوں بڑے بھائی مولانا شاہ

---

[1] موضح قرآن اس کا تاریخی نام ہے۔ چشتی

رفیع الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔

وفات | ۱۲۲۷ھ ہجری ، ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور مولانا شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمہ کے متصل مدفون ہوئے۔

اس کٹہرے کے اندر حسب ذیل بزرگ اور مدفون ہیں :

مولانا مخصوص اللہ صاحب

مولانا محمد موسیٰ صاحب

مولانا محمد عمر صاحب خلف مولانا اسمٰعیل صاحب شہید۔

والدہ ماجدہ شاہ عبد العزیز صاحب

والدہ ماجدہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

مولانا شاہ عبد القادر و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبد الغنی صاحب کی صاحبزادیاں۔

احقر کی والدہ یعنی مولوی محمد موسیٰ صاحب کی صاحبزادی ، مولوی مخصوص اللہ صاحب کی زوجہ ، کٹہرہ کے باہر احاطہ کے اندر و دیگر اہل وعیال حضرت و اخوند برہان صاحب علیہ الرحمہ شاگرد حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب ، صاحبزادے مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی علیہ الرحمہ ، و مولوی عنایت الرحمٰن خان صاحب رئیس دلّی و منشی امو جان صاحب و دیگر معتقدین ومتوسلین خاندان و قاضی محمد زبیر صاحب چشتی نظامی علیہ الرحمہ ، مولوی حافظ سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد اور کٹہرے کے غربی جانب احاطہ سے باہر مومن خان دہلوی علیہ الرحمہ کی قبر ہے جو دلّی کے مشہور زبان داں ، سخن فہم ، فصیح بلیغ شاعر گزرے ہیں ۔

یہ جگہ جہاں ان حضرات کے مزارات ہیں غدر کے بعد سے بالکل خراب ہوگئی تھی ، احاطہ تک مسمار ہوگیا تھا تمام دن چرواہے مویشی چراتے تھے اور جانور قبروں پر بول و براز کرتے تھے ، جس سے تمام مسجد کا صحن اور مقابر نجس رہتے تھے ، اس کے علاوہ میونسپل کمیٹی نے اس موقعہ کو نزول میں داخل کرلیا تھا اور یہ زمین

ٹھیکہ پر دی جاتی تھی اور چاندماری کے حدود میں آجانے سے اس زمانہ میں رستہ تک چلنا محال ہوتا ہے۔

ہر چند طبیعت کو پریشانی ہوتی تھی مگر بیکسی کے ہاتھوں گرفتار تھا۔ کس سے کہتا اور کون سنتا، مگر خدا کا شکر ہے کہ تھوڑا سا ٹکڑا قبرستان کا نزول سے نکل گیا، اور ۱۳۱۲ھ ہجری میں اس قدر کا احقر نے احاطہ بنوا دیا۔ اور بزرگوں کے مزارات جو غرقی میں آگئے تھے، ایک چبوترہ پر ان کا نشان قائم کر کے چوبی کٹہرہ لگادیا اور دو آدمی خدمتگار مقرر کر دیئے تاکہ پوری حفاظت ہوجائے اور بول و براز یا اور دیگر امور جن سے مقابر کی توہین ہوتی ہو نہ ہونے پائیں۔ مگر ابھی تمام قبرستان کی زمین اور قبور نزول میں آئی ہوئی ہیں خدا کرے بہت جلد کوئی سامان ہوجائے جس سے یہ مکرّم قبرستان نزول سے نکل جائے اور اہل اسلام کے برگزیدہ لوگوں کی اور ان حضرات کے اہل و عیال کی قبریں پیشاب پاخانہ وغیرہ کی نجاست سے محفوظ ہو جائیں۔

مزارات کی حفاظت اور مطبع کے اجراء سے اپنا مطلب صرف یہ ہے کہ بزرگوں کے نشانات قائم رہیں اور ان حضرات کا فیض جاری و ساری رہے۔
